انجمن ترقی اردو
حیدرآباد دکن

P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰	۱۵ اگست سنہ ۱۹۵۱ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۱۱ ذیقعدہ ۱۳۷۰ ہجری	نمبر ۴۰

ایک معمہ

کوئی اگر یہہ کہے کہ ہماری حکومت کی پوری مشین اور اس کا ہر شعبہ وزیر اعظم کا ماتحت ہے تو اس کھلی حقیقت کو ہر شخص بلا چوں وچرا تسلیم کریگا، لیکن اگر کوئی شخص یہہ کہے کہ ہماری حکومت کی مشین کا ایک پرزا ایسا بھی ہے جو وزیر اعظم کی ماتحتی کے دایرے سے باہر رہتا ہے تو سننے والوں کو تعجب ہوگا۔ حقیقت جو کچھہ ہو وہ تو اس شعبہ کے وزیر اور افسران ہی بتا سکتے ہیں، لیکن عوام کے سامنے بعض واقعات ضرور ایسے آتے ہیں جن سے کچھہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وزیر اعظم کے اختیارات سے بھی زیادہ ریڈیو کا محکمہ دفتری اقتدار رکھتا ہے۔

گذشتہ سال بھی اخباروں میں یہہ چرچا ہوا تھا کہ کانپور میں وزیر اعظم کی تقریر کے بعض ضروری حصے آل انڈیا ریڈیو کے اڈیٹروں نے حذف کردئے تھے اور جو تقریر ریڈیو پر سنائی گئی اس میں کافی کانٹ چھانٹ کردی گئی تھی۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اس خبر کی کوئی تردید حکومت نے نہیں کی۔ حال ہی میں معاصر "قومی آواز" نے بعض ایسی اصلاحوں پر توجہ دلائی ہے جو ریڈیو کا محکمہ وزیر اعظم کی تقریروں میں کرتا رہتا ہے۔ معاصر موصوف لکھتا ہے کہ:۔

"جواہر لال جی جو زبان بولتے ہیں اس کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ ہندستان میں انقلاب لا چکی ہے۔ پچھلے دو الکشنوں میں جواہر لال جی نے سارے ہندستان کا سفر کیا اور ہر جگہ تقریریں کیں اور لوگوں نے ان تقریروں سے متاثر ہوکر کانگریس کو ووٹ دئے۔ آج بھی جہاں جواہر لال جی تقریر کرتے ہیں وہاں ہزاروں اور لاکھوں انسان جمع ہوجاتے ہیں اور بہت ذوق و شوق سے ان کی تقریر سنتے ہیں۔ اس لئے اب ان کی زبان کو عام فہم نہ سمجھنا محض جہالت ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ آل انڈیا ریڈیو جب ان کی تقریر پیش کرتا ہے تو ان کے الفاظ میں نہیں، بلکہ ان کے الفاظ کا ترجمہ کرکے دوسرے لفظوں میں۔ اس کے نزدیک جواہر لال جی جو بات کہتے ہیں وہ عام فہم نہیں ہے اس لئے آل انڈیا ریڈیو اس کا ترجمہ کرکے اس کو عام فہم بناتا ہے۔

ریڈیو کی اور یہ ہمت!! وہ اور جواہر لال کی زبان کو یہ سمجھے کہ وہ عام فہم نہیں ہے!! یہ اس محکمہ کی سراسر گستاخی ہے"۔

پھر معاصر قومی آواز اس گستاخانہ "چراغ استاد خالی است" کی یہ مثال پیش کرتا ہے کہ :-

"جواہر لال جی کی پٹنہ والی تقریر کا ریکارڈ ریڈیو پر بجایا گیا۔ ساتھ ساتھ اناؤنسر تقریر کے ٹکڑوں کو جوڑنے کے لئے بیچ بیچ میں کچھ جملے بھی کہتا جاتا تھا۔ یہ جملے ایسی زبان میں تھے جن کا جواہر لال کی زبان سے کوئی تعلق نہیں اور اس میں بھی جواہر لال کے الفاظ کا ترجمہ دیا جاتا تھا مثلاً جواہر لال جی نے کہا "کوشش کیجئے" تو اناؤنسر کہتا تھا انہوں نے 'پریتن' کرنے کو کہا۔

اسکے بعد وہ سوال کرتا ہے کہ کیا ہمارے ملک کا محکمہ ریڈیو یہ چاہتا ہے کہ جواہر لال نہرو کے عام فہم الفاظ کو ملک کے عوام براہ راست نہ سن سکیں اور ان کی زبان سے وہ عام فہم زبان عوام تک نہ پہنچ سکے جو عام طور پر ملک میں سمجھی جاتی ہے۔

سوال صرف اتنا ہی ہے کہ کیا ہمارے ریڈیو کے محکمہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ وزیر اعظم کے الفاظ کی اصلاح اور ان کی تقریروں میں کانٹ چھانٹ بھی کرتا رہے؟ اس سوال کا جواب صرف حکومت ہی اور وہ وزارت ہی دے سکتی ہے جو آل انڈیا ریڈیو پر اقتدار رکھتی ہے۔

حال ہی میں بہار کی ریاستی اردو کانفرنس نے اپنی قرار داد میں یہ حیرت انگیز شکایت کی ہے کہ پٹنہ ریڈیو نے اردو زبان کو بارہ پتھر باہر کرکے اپنے پروگراموں سے بالکل خارج کردیا ہے حالانکہ بہار میں اردو زبان عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ بہار میں مگدھی اور بھوجپوری جیسی زبانوں کو پٹنہ ریڈیو میں جگہ ملتی ہے لیکن نہیں ملتی تو اردو زبان کو جس کی نسبت ریاست کے وزیر اعظم خود اردو کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے نہایت ہمت افزا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور یہاں تک فرما دیتے ہیں (اگر اخباری اطلاعیں صحیح ہیں) کہ اردو کی ترقی میں مدد کرنا حکومت کا فرض ہے۔ لیکن دوسری طرف اسی شہر پٹنہ میں آل انڈیا ریڈیو کی شاخ موجود ہے جو نہ صرف اردو کی ترقی میں مدد نہیں کرتی بلکہ اسے علاقائی زبان بھی تسلیم نہیں کرتی۔ کیا ہم ریڈیو کے حکام سے اتنا بھی نہ کہیں کہ

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں!

اردو کو وہاں تو رہنے دیجئے جہاں وہ ہے، اس کی تو اجازت دیجئے کہ دوسرے علاقائی زبانوں کی طرح وہ بھی زندہ رہے، زندگی کے حقایق سے اس قدر بیزار تو نہ ہوجیئے کہ دنیا ہر چند کہے کہ یہ حقیقت ہے اور آپ کہے جائیں کہ نہیں ہے۔

اگر یہ مسلک صرف ہندی کی حمایت میں اختیار کیا گیا ہے تو ہمیں "قومی آواز" کی اس رائے سے بالکل اتفاق ہے کہ یہ طریقہ ہندی کی حمایت کا نہیں ہے بلکہ ہندی سے دشمنی کا ہے"

ہلکے ہلکے اشارے

'قومی آواز' میں یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ پاکستان میں یہ مطالبہ عام ہوتا جاتا ہے کہ بچوں کو تعلیم ان کی مادری زبان میں دی جائے اور پاکستان کی مادری زبانیں، سندھی، پنجابی، پشتو اور بنگالی ہیں۔ مشرقی پاکستان میں تو بنگالی اور اردو کی رقابت نے بہت ہی شدید صورت اختیار کرلی ہے......اب فرمائیے کہ کیا کیا جائے؟ ہندستان میں جو لوگ کہتے ہیں کہ اردو تو پاکستان میں چلی گئی اس کا اب ہندستان میں کیا کام وہ ذرا اس طرف نظر کریں کہ اردو اب بھی پاکستان میں کم و بیش

اجنبی ہے اور در حقیقت تقسیم کے بعد بھی اس نے اپنے وطن کو نہیں چھوڑا ۔ یہہ اور بات ہے کہ خود اپنے وطن میں وہ بے وطن کی جا رہی ہے ...... یہہ محض سیاسی دباؤ ہے، کوئی لسانی مسئلہ نہیں ہے؛ اس کی سرزمین اب بھی لکھنؤ اور پٹنہ اور دہلی میں ہیں، لاہور اور کراچی میں نہیں ہیں...... لیکن اس بات کو وہ لوگ تو مانینگے نہیں جو کہتے ہیں کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے اور اس لئے اس کا مقام اب پاکستان ہے! تاہم حقیقتوں کو جھٹلانے سے حقیقتیں بدلا نہیں کرتیں! اس کا کیا جواب ہے کہ آج بھی جو لوگ کہا جاتا ہے کہ ہندی بولتے ہیں وہ بھی اردو ہی بولتے ہیں؟ ...... اردو کی بحث میں یہی ہمارا سب سے مضبوط لنگر ہے!!

.... مرکزی حکومت کے رکن آنریبل بابو سری پرکاش نے دہلی میں ہندی سبھا کے جلسے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہندی کے حامیوں کو اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے سیکھنے اور ان کا احترام کرنے پر اپنی آمادگی ظاہر کرنی چاہئے ۔ ہندی کے مستقبل کو روشن کرنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے"۔

.... انہوں نے یہہ بھی فرمایا کہ "ہندی سیکھنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے" اور ہندی کے حامیوں کو ہدایت کی کہ جن لوگوں کی مادری زبان ہندی نہیں ہے ان کی دشواریوں کا بھی لحاظ کیا جائے ۔

.... لحاظ کیا تو جا رہا ہے جب کہ مدرسوں کے ان استادوں کو جو عمر بھر اردو پڑھاتے رہے ایک ایک سال کی مہلت دی جا رہی ہے کہ وہ ہندی میں پوری استعداد حاصل کر لیں اور انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ برخاست کر دے جائینگے ...... لحاظ تو کیا جا رہا ہے جب کہ طلبا کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۵۲ ع سے امتحانات کے تمام پرچے ہندی میں چھاپے جائینگے!

.... کتنا لحاظ کیا جا رہا ہے یہہ تو اتر پردیش کے ہندی نہ جاننے والے سرکاری ملازمین، مدرسین اور طالب علموں سے پوچھئے!

.... سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت ہند نے تصفیہ کیا ہے کہ آل انڈیا ریڈیو کا نام اب "اکاش وانی" ہوگا ۔

.... ان نئے ناموں میں بڑی خوبی یہہ ہے کہ ان پر عام فہم ہونے کی کوئی شرط عاید نہیں ہوتی!

ایک معاصر کا نامہ نگار دو دلچسپ لطیفے بیان کرتا ہے :-

سہارنپور کے سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ اجلاس کے سامنے کھڑے ہوئے مسٹر پربھاکر ایڈیٹر "وکاس" (ہندی) نے معلمانہ انداز میں فرمایا کہ "آپ جانتے ہیں کہ ہماری اپنی دیش بھاشا میں سٹی مجسٹریٹ کا کیا نام تجویز ہوا ہے؟" ہم نے اپنی جہالت کا اقرار کرتے ہوئے گردن ہلادی ۔ پربھاکر جی نے کمرہ کے دروازے پر لٹکے ہوئے ہندی بورڈ کی جانب دیکھہ کر فرمایا "نگر ڈنڈ نائک"۔

پربھاکر جی کی اس عالمانہ رہنمائی پر ہمیں سخت خفت ہوئی اور یہہ محسوس کرکے ہم دیر تک شرماتے رہے کہ ہم ہندو ہونے کے باوجود اپنی مادری زبان سے اس قدر ناواقف ہیں ۔

اس واقعہ کے بعد ہم نے اپنے دفتر کو یہہ ہدایت کر دی کہ اب سٹی مجسٹریٹ صاحب سٹی مجسٹریٹ نہیں رہے بلکہ "نگر ڈنڈ نائک" ہو گئے ہیں، اس لئے آئندہ موصوف کے پتے میں تبدیلی کر دینی چاہئے ۔ اس ہدایت کے بموجب چٹ پر "سٹی مجسٹریٹ صاحب سہارنپور" کے بجائے "شری نگر ڈنڈ نائک جی سہارنپور" لکھہ دیا گیا ۔ لیکن دو تین روز کے بعد دیکھا کہ "نگر ڈنڈ نائک" جی کا اخبار ڈاک سے واپس چلا آرہا ہے اور اس پر "مکتوب الیہ کا پتہ نہیں چلا" ہی لکھا ہوا ہے ۔ یہہ دیکھکر ہمیں

ڈاک خانہ کی نااہلیت پر سخت غصہ آیا۔ یہہ تو تھا سہارنپور کے محکمہ "ڈاک کی ناسہالت" کا نمونہ، اب ذرا مظفر نگر کا بھی ایک واقعہ سن لیجئے ۔ معاصر "دیہات" مظفر نگر کے مینجر صاحب کو جب یہہ معلوم ہوا کہ ہماری یو-پی کی دیش بھاشا میں ڈسٹرکٹ سپلائی آفیسر کو "ضلع پورتی ادھیکاری" کہتے ہیں تو انہوں نے بھی غیر ملکی نام پر آہن حرف بھیجنے کا فیصلہ کرلیا اور کلرک کو ہدایت کردی کہ اب سپلائی آفیسر صاحب کو جو اخبار بھیجا جائے اُس کے پتہ پر ڈسٹرکٹ سپلائی آفیسر صاحب مظفر نگر نہیں بلکہ "ضلع پورتی ادھیکاری" مظفر نگر لکھا جائے ۔ مینجر صاحب کی اس ہدایت پر فوراً عمل ہوا اور ہندی میں "ضلع پورتی ادھیکاری مظفر نگر" لکھہ کر اخبار سپرد ڈاک کردیا گیا لیکن محکمۂ ڈاک کی "لائقی" یہاں بھی نہ چھپ سکی اور یہہ اخبار بھی کتنی روز تک "ضلع پورتی ادھیکاری جی" کو تلاش کرکے بخیریت دفتر "دیہات" میں واپس آگیا ۔

لکھنؤ میونسپلٹی کی بھاشا کا ایک نمونہ بھی نظر افروز ناظرین کیا جاتا ہے!

"پردھان ادھیاپک تتھا ادھیاپکائیں اسلامیہ اسکول تتھا مکتب" گورنمنٹ کے ادیش انسار آپ کو سوچت کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے اسکول کی چوتھی اور پانچویں ککچھاؤں میں ہندی بھاشا کا پڑھانا آرمبھ کریں ۔ ان دو ککچھاؤں میں ہندی بھاشا کا کورس وہی ہوگا جو بے سک پاٹھہ شالاؤں کی پہلی دوسری تتھا تیسری ککچھاؤں کا کورس ہے جو ان دو ورشوں میں ودیارتھیوں کو اتنا ہی ہندی بھاشا کا گیان ہوجانا چاہئے جتنا پہلی دوسری تتھا تیسری ککچھا کے ہندی پڑھنے والے ودیارتھیوں کو ہوتا ہے"۔

سپرنٹنڈنٹ شکچھا وبھاگ،

ہم یقین کے ساتھہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہہ غالباً ایک گشتی حکم ہے جو اسلامیہ اسکولوں کے متعلق جاری کیا گیا تھا۔ اس قسم کے لطایف وظرایف کے بیان کرنے میں ہم۔ اس ادب لطیف کے معنے بیان کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتے!

--- شمالی ہندستان میں ہندی لکھنے والوں نے انڈونیشیا کے نام کا ترجمہ کر ڈالا چنانچہ انڈونیشیا اب ہندیا کر "ہندیشیا" ہوگیا! اب ان دوستوں کو کون بتائے کہ انڈونیشیا انڈ (یا ہند) اور ایشیا کا مرکب نہیں ہے بلکہ انڈ اور یونانی لفظ نوسس کا مرکب ہے جس کے معنے جزیرہ کے ہیں ۔ لیکن لسانیات اور علم صرف کے جھگڑوں میں کون پڑے ۔ یہاں تو ہندیانے کی طاقت آزمائی جاری ہے!۔ چاہے وہ کسی غیر ملک کی زبان ہو یا اپنے ملک کی کوئی زبان ہو۔ ہندی کے علاوہ!

ناگپور کے حامیان اردو کا اجتماع

جنرل سکریٹری انجمن کی تقریر

ناگپور کے اردو اجتماع کی صدارت کرتے ہوئے انجمن ترقی اردو (ہند) کے ناظم اعلی قاضی عبدالغفار صاحب نے ایک برجستہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ۔ "میں دو سال سے اس بات کی کوشش کررہا تھا کہ ایک دفعہ ناگپور آؤں ۔ اور آپ صاحبان سے ملوں، بدقسمتی سے میں آج سے قبل ایسا نہ کرسکا ۔ پچھلے دنوں میں ایک طویل عرصہ تک علیل رہا اور حیدرآباد چلا گیا۔ جاتے وقت ناگپور اسٹیشن پر میں نے فاروقی صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ واپسی کے وقت میں ایک دو روز کے لئے یہاں قیام کروں گا اور اردو کے بہی خواہوں سے ملوں گا۔ چنانچہ فاروقی صاحب نے یہہ آج کا اجتماع اسی غرض سے طلب کیا ہے۔ مجھے یہہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ اس صوبہ کے مختلف مقامات سے لوگ یہاں آئے ہیں۔ اگرچہ اس اجتماع میں ہزارہا لوگ شریک نہیں ہیں

لیکن جو لوگ ہیں وہ کام کے لوگ ہیں اور ذمہ دار ہیں — اس لحاظ سے یہ اجتماع یقیناً کامیاب ہے۔ اردو کا مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جب برا وقت آتا ہے تو انسان کے سامنے دنیا تیرہ و تار ہو جاتی ہے لیکن قدرت نے انسان کی فطرت میں اتنی لچک رکھی ہے کہ جب بہتر زمانہ آتا ہے تو وہ گذشتہ مصیبتوں کو بھلا دیتا ہے — آج جو مشکلات ہم پر آئی ہیں یہ کوئی نئی نہیں ہیں۔ ایک سو سال قبل سنہ ۱۸۵۷ ع کے غدر کے حالات کو یاد کیجئے۔ اس وقت ہماری تہذیب و تمدن اور ہمارا سب کچھ برباد ہو چکا تھا۔ ہماری دنیا ختم ہو چکی تھی — اکثر لوگ یہی رائے رکھتے تھے کہ اب کسی گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کا وقت ہے۔ بہت سے لوگ آج بھی سوچ رہے ہیں کہ ہمارے لئے تو اب ہندوستان میں جگہ نہیں رہی۔ دراصل ہم نے صبر کے متعلق اسلام کی تعلیم کے معنی کو نہیں سمجھا — پہلے بھی ہم نے صبر کیا اور اب بھی ہم صبر کریں گے۔ صبر کے معنی ہیں اپنی کوشش کو جاری رکھنا اور نتیجہ سے بے پروا ہونا۔ غدر کے بعد بھی ہم نے یہی کیا اور آج بھی ہم کو ایسا ہی کرنا ہے۔ بلا شبہ ہم آج ایک بحرانی دور سے گذر رہے ہیں۔ تاہم میں کہوں گا کہ یہ خیال کہ "اب ہندوستان میں ہمارے جگہ نہیں رہی" بالکل غیر اسلامی ہے — اس خیال کو دل سے نکال دیجئے — دنیا کی کوئی حکومت یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد نہیں کر سکتے۔ یہ حق تو ہمیں ہماری جمہوری حکومت نے دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ جمہوری حکومت نہ ہوتی۔ البتہ کوئی حکومت غداروں کو برداشت نہیں کر سکتی، اگر ہم اپنے ملک کے وفادار ہیں تو پھر ہم بے خوف ہو کر اپنے جائز حقوق کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔ اردو کا مسئلہ ہندو مسلمان کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ زبان کے مسئلہ میں ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کر رہے ہیں — ہم یہ سب ایک ہندوستانی کی حیثیت سے کر رہے ہیں اور اس لئے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ میں نے ہر جگہ مسلمانوں کو مایوس پایا۔ ہمیں مایوسی کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ جو بہت سی ناخوشگوار باتیں اس انقلاب سے پیدا ہوئی ہیں وہ زیادہ دنوں تک رہنے والی نہیں ہیں۔ جو زبان عوام کے دل و دماغ پر بیٹھ جاتی ہے وہ محض اس لئے نہیں مٹ سکتی کہ کوئی دوسری زبان اس کے مقابلہ میں لائی گئی ہے — جس زبان کی جڑیں مضبوط ہو چکی ہیں اور جس نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اسے آسانی سے نہیں مٹایا جا سکتا۔ ہر زبان کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں، ادبی اور عوامی — عوامی زبان وہ آسان اور عام فہم صورت ہوتی ہے جس کو عوام اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں — میں تو ہندی کو اردو کی عام فہم صورت سمجھتا ہوں جو عوام کی زبان ہے لیکن اب جو زبان بنائی جا رہی ہے وہ خارج از بحث ہے۔ عوام کسی ایسی نئی زبان کو جس کو وہ سمجھ نہ سکیں اور جو مشکل ہو ہرگز قبول نہیں کر سکتے — میں ہندی کا اتنا ہی حامی ہوں جتنا اردو کا کیونکہ میں اردو کو ہندی کی بہن سمجھتا ہوں لیکن اگر ہندی کو مشکل بنایا جائے تو میں اس طریقہ کو پسند نہیں کرتا — اس وقت اردو زبان کو جو مشکلات پیش آئی ہیں انہیں ہم کس طرح حل کریں یہ سوال ہمارے سامنے ہے — ایک تو بنیادی چیز یہ ہے کہ ہمارے بچوں کو اردو پڑھنے کا موقع ملے۔ پہلے ہمارے بچے اس لئے تعلیم حاصل کرتے تھے کہ نوکری ملے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اب تو یہ سہارا، اور پھر وہ ختم ہو گیا — مجھے تو یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کیونکہ اس سہارے اور پھر وسہ نے ہمیں کاہل بنا دیا تھا۔ اب تعلیم کی یہ اہمیت باقی نہیں

رہی کہ ہم اس کو حصول ملازمت کے لئے حاصل کریں اب تو ہمیں اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہئی اور اگر سرکاری مدارس میں ہمارے لئے جگہ نہیں ہے تو اپنے بچوں کے لئے علیحدہ مدارس قایم کرنے چاہئیں۔ اردو زبان کے لئے ہمیں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے ہم اردو کو فروغ دے سکیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ اپنا وقت دے سکتے ہیں اور اردو کی تعلیم کا اس طرح بندوبست کرسکتے ہیں کہ وہ اردو کی ترقی اور ترویج کے لئے چھوٹے چھوٹے شبینہ مدرسے اور لائبریریاں کھول دیں۔ جہاں کہیں حکومت یا لوکل باڈیز اردو اسکولوں کو ختم کردہی ہیں وہاں ہم اپنے بچوں کے لئے اردو کے مدرسے قائم کریں۔ مرکزی انجمن ترقی اردو کا مقصد یہہ ہے کہ ہر شہر ہر محلہ میں اپنے طور پر اردو کے مدارس قائم کئے جائیں اور انجمن ترقی اردو کی شاخیں کام کریں۔ خدا کے فضل سے ابھی آپ ساڑھے چار کروڑ ہیں۔ آپ اپنے طور پر یہہ کام کرسکتے ہیں۔ انگریزوں نے ہم پر یہی جادو چلایا تھا کہ ہم ہر کام میں حکومت کا سہارا لیں۔ انگریزی حکومت کبھی ایک پارٹی کو سہارا دیتی تھی تو کبھی دوسری کو۔ جس کا نتیجہ یہہ تھا کہ ہم ہر کام میں کہتے تھے کہ چلو بھائی سرکار کے پاس چلو! اب ہمیں اس نظریہ کو بدل دینا چاہئے اور اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر اپنے کام کو کرنا چاہئے۔

سنہ ۱۹۴۷ع کے انقلاب کے بعد جب کہ مولوی عبدالحق صاحب اس خیال سے پاکستان چلے گئے کہ وہ وہاں جاکر اردو کی خدمت کریں گے۔ دو سال تک انجمن ترقی اردو کا دفتر حکومت کے قبضہ میں رہا۔ بعد میں مولانا آزاد نے ہم لوگوں کو بلا کر اسے ہمارے قبضہ میں دے دیا۔ اور چالیس ہزار کی سالانہ امداد بھی حکومت سے دلادی۔ حیدرآباد سے جو مدد ملنا بند ہوگئی تھی وہ بھی جاری ہوگئی ہے۔ انجمن کا محفوظ سرمایہ جو بنکوں میں تھا اسے بھی ہم نے اپنے قبضہ میں لے کر کام شروع کردیا اور اس کے بعد سے اب تک ہم نے انجمن ترقی اردو کی جانب سے متعدد کتابیں شائع کی ہیں۔ لیکن جب تک ملک بھر میں انجمن ترقی اردو کا جال نہ بچھہ جائے ہمارا مقصد حل نہیں ہوسکتا۔ اس طرح ہم سب مل کر اردو سے متعلق آواز بلند کرسکتے ہیں اور اس طرح ہمارا تعلیمی مسئلہ بھی حل ہوسکتا ہے اب تک یوپی، بہار، بمبئی اور کلکتہ میں انجمن ترقی اردو کی شاخیں قائم ہوگئی ہیں۔ حال ہی میں پٹنہ میں ایک شاندار اجتماع ہوا تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات کے تعاون سے یہاں بھی انجمن ترقی اردو کی شاخیں قائم ہوجائیں گی اور ایک صوبائی انجمن کی تشکیل عمل میں آئے گی۔ میری رائے میں اردو کی ترقی کا ایک طریقہ یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے ادب کو دوسری زبانوں میں شائع کیا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اردو زبان سے دلچسپی پیدا ہوسکے۔ اس طرح ملک کے فرقوں میں یکسانیت اور یگانگت پیدا ہوگی اور اس طرح ہم علم و ادب کی مدد سے ایک نئی فضا پیدا کرسکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اردو زبان کے ادب کو دیگر رسم الخطوں میں منتقل کرنے سے متعلق غور فرمائیں گے تاکہ اس سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکے۔

شرکاء اجلاس کے خیالات

جنرل سکریٹری کی تقریر کے بعد عالی جناب

محمد یوسف شریف صاحب بیرسٹر نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں سب سے زیادہ عمل پر زور دینا چاہئے۔ عبدالمجید صاحب لیڈر نے اس بات پر زور دیا کہ جو اسکول حکومت چلا رہی ہے ان کو اپنے قبضہ میں لیکر چلایا جائے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ جن اسکولوں کو حکومت چلا رہی ہے انہیں ہم اپنے قبضہ میں لیں۔ بلکہ جن اسکولوں کو بند کر دیا گیا ہے ان کو ہم اپنے طور پر جاری کریں۔ جناب الطاف حسین صاحب سابق ڈی-آئی-ایس-پی نے فرمایا کہ برار کی سرکاری زبان مراٹھی ہے مگر وہاں کے مسلمان اپنے بچوں کو اردو تعلیم دیتے ہیں اور اپنے گھروں میں اردو بولتے ہیں۔

شاکر اورنگ آبادی نے اپنی ایک پر زور تقریر میں اردو مدارس کے بند ہونے اور کالجوں میں امسال فارسی اور عربی کے طلباء کی حالت مایوس کن ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ چونکہ قاضی صاحب ابھی دو دن قیام کرینگے لہٰذا انفرادی مسائل سے متعلق ان سے بعد میں بھی تبادلہ خیال کیا جائے۔ لیکن یہاں باہر سے جو معزز مہمان آئے ہیں ان کی سہولت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ پہلے ایک عارضی صوبائی انجمن ترقی اردو قایم کر دی جائے۔

اردو

جناب شاطر حکیمی صاحب نے ذیل کی نظم اردو کے اجتماع ناگپور میں پڑھی تھی۔

یادگار خسروی پروردہ شاہ جہاں!
میر و مرزا کے سخن کو پالنے والی زبان
ساحر و سرشار کا تعمیر کردہ اک محل
کیفی و سرور کی پیہم کاوشوں کا ماحصل
ایک تاریخی تصور ایک بنیادی خیال
یا کوئی آئینہ ماضی میں ہے تصویر حال
رونق بزم سخنداں اک نگار خوش قدم
ایک ناقوس کلیسا ایک قندیل حرم
اتحاد باہمی کا ایک پاکیزہ نظام
تشنہ کامان ادب کو دعوت شرب مدام
آزمودہ ایک حقیقت روشن و واضح دلیل
خواب آسودہ زبانوں کے لئے بانگ رحیل
گل بکف ایک ایک نقطہ بوستاں ایک ایک باب
صبح خنداں ہر مقالہ شام رنگیں ہر کتاب
ایک گلشن حال جس کا ضل گل میں دردناک
خوف گلچیں کا برا ہو۔ سینہ ہر گل ہے چاک
باغبان اندیشہ دور خزاں سے پائمال
مرغ نو آزاد کو برق آتیاں کا احتمال
دو گھڑی اہل سفینہ لیں فراغت سے کام
مستقل ساحل حوادث کا نہیں رہتا قیام
خطرہ جو لاحق ہے سر سے خود بخود ٹل جائیگا
آج یہ منحوس دن آیا تو کل یہ جائیگا
حامل اردو زبان کو شاد رہنا چاہئے
قید غفلت سے مگر آزاد رہنا چاہئے

دربشے آزاد چرخ پیر ہو سکتا نہیں
خواب یہ شرمندہ تعبیر ہو سکتا نہیں

انجمن کی خبریں

پٹنہ

غلام سرور صاحب جنرل سکریٹری اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

۲۲ جولائی بوقت ۷ بجے شام انجمن اسلامیہ ہال میں بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کی تیسری اور اہم نشست زیر صدارت جناب سردار محمد لطیف الرحمن ایم ایل اے منعقد ہوئی۔

آنریبل عبدالقیوم انصاری، مولانا سید ریاست علی ندوی، پروفیسر اختر اورینوی، اور عظیم اختر بہاری ابو الاسد محمد نور، جناب صدیقی

بدر جلیلی، میاں عبدالمالک ایم ایل سی اور غلام سرور صاحبان نے شرکت کی۔ سب سے پہلے ریاست بہار کے ایک حامی اردو جناب نواب سید مبارک علی صاحب ایم ایل سی کے اچانک انتقال پر ملال پر ایک تعزیتی تجویز منظور کی گئی۔

اس کے بعد سکریٹری نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ یہ طے پایا کہ یکم اگست سے دفتر بہار انجمن ترقی اردو انجمن اسلامیہ ہال مرادپور میں ایک مرکزی دارالمطالعہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یہ بھی طے ہوا کہ ایک مرکزی مکتبہ قائم کیا جائے اور اس کا ابتدائی کام شروع کر دیا جائے۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ ہزاری باغ، پلاموں، مظفرپور، جمشیدپور کی ضلع شاخوں کا باضابطہ الحاق کیا گیا۔ الحاق فیس کل دس روپے مقرر کی گئی۔ تجاویز کے سلسلے میں جو خطوط ارسال کئے گئے تھے ان کے جوابات پر غور کیا گیا اور اس ضمن میں اہم فیصلے کئے گئے۔ انعامی مقابلہ کے ججوں کا فیصلہ منظور کیا گیا۔ تقسیم انعامات دارالمطالعہ کے باضابطہ افتتاح کے موقع پر کیا جائیگا۔ مندرجہ ذیل حضرات بہار ریاستی اردو کانفرنس کے موقعہ پر ہونے والے انعامی مقابلے میں انعام پانے کے مستحق قرار دے گئے۔

جناب کلام حیدری، شہباز حسین، حبیب الحق اختر پیامی، جمیل الرحمن، مظہر شہاب اور ایم امام صاحبان:-

بدایوں

افضال احمد خان صاحب شیروانی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ بدایوں کے چند مخلص اور باہمت نوجوانوں نے انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ قائم کی ہے۔ اس شاخ کے صدر جناب اے ایس بدمن صاحب ایم۔ اے اور نائب صدر جناب لکشمی نرائن صاحب جوہر ہیں۔ جناب فرخ صاحب کنول اس شاخ کے سرگرم رکن ہیں جو بدایوں میں ایک شاندار ادبی اجتماع کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ امید کی جاتی ہے فانی کے وطن میں یہ اجتماع غیر فانی اور یادگار اجتماع ہوگا۔ اور ملک کے مشاہیر ادبا اور شعراء اس میں شریک ہوں گے۔ افتتاح کے لئے جناب قاضی محمد عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند سے درخواست کی گئی ہے۔

ناگپور

۲۲ جولائی کی صبح نو بجے بذریعہ گرینڈ ٹرنک قاضی عبدالغفار صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) حیدرآباد سے یہاں تشریف لائے۔ اسٹیشن پر آپ کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ آپ ماؤنٹ ہوٹل میں قیام پذیر رہے۔

اسی دن انجمن ہال ناگپور میں قاضی عبدالغفار صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ کی صدارت میں اردو سے متعلق ایک اہم اجتماع انعقاد پذیر ہوا جس میں ناگپور کامٹی کے علاوہ سیونی۔ سونسر۔ ملکہ پور۔ برہانپور۔ کھنڈوہ۔ درگ۔ بلاسپور۔ رائپور کے تقریباً دو سو نمائندوں نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ ادباء۔ شعراء و کلاء۔ پروفیسر اور تعلیمی اداروں کے نمائندے بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ انجمن برانچ اسکولوں کے تقریباً پچاس باوردی اسکاؤٹس نے قاضی صاحب کو گارڈ آف آنر دیا۔ شاطر حکیمی صاحب نے اردو سے متعلق ایک دلکش نظم پڑھی جو پسند کی گئی۔ عبدالستار صاحب فاروقی نے بحیثیت کنوینر شرکاء اور حاضرین کا خیر مقدم کیا اور جلسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی قاضی عبدالغفار صاحب نے اپنی آمد کا منشاء بتلاتے ہوئے ایک ہمت افزا تقریر کی۔ شاکر صاحب اورنگ آبادی کی تحریک اور ماسٹر عبدالنعیم صاحب آزاد کی تائید سے عارضی صوبائی انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کے اراکین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

ناگپور سے (۱) شری پی کے سالوے ایڈوکیٹ (۲) سی پی بار کونسل ایڈوکیٹ (۳) مولانا سید احمد صاحب مولوی فاضل (۴) نواب حفیظ الکریم صاحب ایڈوکیٹ (۵) پروفیسر قاضی کریم الدین صاحب سٹی کالج (۶) منشی عبدالقادر صاحب بزم احسن (۷) جلیل عرشی صاحب صدر انجمن ترقی اردو کامٹی (۸) شاکر صاحب اورنگ آبادی نیشنل پریس ناگپور ہنگنا (۹) عبدالرشید صاحب بلاسپور (۱۰) جان صاحب جونا بلاسپور - شرکت (۱۱) حافظ جمیل الرحمن صاحب دودھا (۱۲) مرزا عزیز اللہ بیگ صاحب - چھندواڑہ (۱۳) مولوی محمد امید صاحب وکیل سیونسر (۱۴) مولانا عبدالرشید صاحب علیگ سیونی - کھنڈوہ (۱۵) قاضی حفاظت علی صاحب ایم ایل اے - محمد حشمت اللہ صاحب ریاضی برہانپور - جبلپور (۱۶) آغا عبدالجبار صاحب جہانگیر آباد - حضرت مولانا برہان الحق صاحب ایم ایل اے - رائپور (۱۷) مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی وارثی - ساگر (۱۸) جناب سلام صاحب ساگری - جناب عبید اللہ خان صاحب ایم اے ایل ایل بی - آکولہ (۱۹) سید محی الرحمن صاحب وکیل امراؤتی (۲۰) شرف الدین صاحب شرف ایڈوکیٹ - ہوشنگ آباد (۲۱) سید احمد صاحب وکیل - ابو تمحل (۲۲) قاضی سید کریم الدین صاحب ایم ایل اے - بھنڈارہ (۲۳) عبدالمجید صاحب گوندیا احمد علی صاحب - منڈلہ (۲۴) عبدالحبیب صاحب طلباء کالج کے نمائندے - شوکت جعفری صاحب صوبے کے تعلیمی اداروں اور جامعہ عربیہ ناگپور کے ایک ایک نمائندہ -

جناب مرزا عزیز اللہ بیگ صاحب کی تحریک اور ماسٹر عبدالنعیم صاحب آزاد نیوری کی تائید سے عبدالستار صاحب فاروق ایم ایل اے کو اس ہدایت کے ساتھ کنوینر بنایا گیا کہ وہ اختتام ماہ اگست سنہ ۱۹۵۱ع تک مستقل صوبائی انجمن ترقی اردو کے لئے دستور العمل اور اغراض و مقاصد کی تشکیل کے لئے عارضی صوبائی انجمن کا جلسہ طلب کریں -

آخر میں فاروق صاحب نے قاضی صاحب و معزز مہمانوں کا اور انجمن برانچ اسکول کے اسکاولس اور اسٹاف کا شکریہ ادا کیا

۲۳ جولائی کی شب میں قاضی صاحب نے انجمن حامئی اسلام ناگپور کے اراکین مجلس انتظامیہ سے گفتگو کی - معلوم ہوا کہ اس وقت انجمن ہائی اسکول کے اراکین کے زیر غور ہائی اسکول کے طلبا کے لئے ذریعہ تعلیم کا مسئلہ ہے - قاضی صاحب نے مشورہ دیا کہ وہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنائیں اور ہندی کے مضمون کو پہلی انگریزی کلاس سے لازمی کردیں -

(نامہ نگار)

کامٹی

کامٹی میں گذشتہ پیر کی شام کو چار بجے عالیجناب قاضی عبدالغفار صاحب تشریف لائے ربانی ہائی اسکول میں آپ کا خیر مقدم کیا گیا - جناب عبدالحفیظ صاحب ہیڈ ماسٹر نے اساتذہ کا تعارف کرایا اور آپ کے اعزاز میں اسکول کی جانب سے عصرانہ ترتیب دیا گیا جس میں کامٹی کے معززین نے بھی شرکت فرمائی - اس کے بعد آپ نے ربانی ہائی اسکول کے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح انگریزی دور میں سر سید نے انگریزی پڑھانے پر زور دیا تھا اور ہم نے اسکی مخالفت کی تھی اس طرح اب نہ کیجئے - ورنہ جس طرح ہم پہلے تعلیم میں مسلمان پیچھے رہ گئے تھے اسی طرح اب بھی پیچھے رہ جائینگے - اس دور میں ہندی پڑھنا ضروری ہے ورنہ ہمارا وہی حال ہوگا جس طرح پچھلے زمانہ میں انگریزی نہ پڑھنے سے مسلمان پیچھے رہ گئے تھے - انگریزی کے زمانہ میں بھی ہم نے اردو کی تعلیم جاری رکھی تھی اور آج بھی ہمیں اردو تعلیم کو جاری رکھنا ہے - خاص طور پر

طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا کہ انہیں اپنا وقت نکال کر لوگوں کو اردو کی تعلیم دینا چاہئے اس دور میں اردو کی ترقی و ترویج کی جدوجہد میں انہیں نمایاں حصہ لینا ہے۔ اسکول سے رخصت ہو کر قاضی صاحب الفاروق کے دفتر میں گئے اور وہاں کچھہ دیر رہ کر جمع شدہ نادر مطبوعات کا معائنہ کیا۔ یہاں سے آپ نے کاشانہ کاظمی میں حضرت نواب غازی صاحب سے تبادلہ خیال کیا اور ان کی لائبریری کے مخطوطات دیکھے۔

مراسلات

وعدے

جناب ایڈیٹر صاحب ہماری زبان۔

آپ کا ایک وفد وزیر تعلیم سے ملا۔ اخبارات میں اسکی روداد بھی نکلی لیکن کیا جناب نے اس پر بھی نگاہ رکھی کہ جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہوا یا نہیں۔ اسکی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ضلع فرخ آباد میں موضع ڈونڈوہ بزرگ مسلمانوں کا ایک بڑا موضع ہے عرصہ دراز سے یہاں مدرسہ قایم ہے اور اردو کی تعلیم دی جارہی ہے مگر سب ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس حلقہ نے معاینہ کیا اور لکھہ دیا کہ تعجب ہے اردو کی تعلیم ابھی تک ہورہی ہے۔ گویا یہہ بھی ایک جرم ہے۔ حالانکہ تمام گاؤں کے بچوں کی مادری زبان اردو ہے۔ جمعیۃ علماء ضلع کے ایک وفد نے اس شکایت کو بتاریخ ۸ جولائی سنہ ۱۹۶۱ع ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس ضلع کی خدمت میں پیش کیا۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب موصوف ابھی تک یہہ ہی نہیں جانتے ہیں کہ اردو کی تعلیم بھی دی جاسکتی ہے یا نہیں۔ شکایت ابھی زیر غور ہے کیونکہ ڈپٹی انسپکٹر صاحب اسٹڈی کررہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایکے وفد کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں کیا ہونا چاہئے۔

سید ابو البیان صدر
جمعیۃ علماء۔ فرخ آباد

اپنے دیس کی خبریں

داناپور

حلقہ ادب داناپور کا ایک جلسہ ۶ جولائی سنہ ۱۹۶۱ ع کو زیر صدارت جناب شہپار حسینی صاحب جنرل سکریٹری حلقہ ادب بہار منعقد ہوا۔ آپ نے مولانا حسرت موہانی کی زندگی اور انکی ادبی خدمت پر روشنی ڈالی۔ اور انکے انتقال پر ملال پر رنج و الم کا اظہار کیا آپ نے رپورٹ کی جواب طلب باتوں کا جواب دیا اور کہا کہ حلقہ ادب کا دستورالعمل لوگوں کے سامنے پیش کردیا جائے۔ غلام سرور صاحب نے مستقل جدوجہد اور کوششوں میں مصروف رہنے پر زور دیا انہوں حلقہ ادب داناپور کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ اپنے حوصلہ کو بلند کریں ہماری مصیبتیں دور ہوجائینگی۔ ممبروں اور عہدیداروں کو انہوں نے تلقین کی کہ ایسے دور میں ہرگز ہرگز کوتاہی اور غفلت نہ برتیں اس دوران میں انہوں نے اخبار ہماری زبان کی تعریف کی اور کہا کہ وہ باوجودیکہ اسے خسارہ ہے مگر پھر بھی زبان کی خدمت کررہا ہے۔ اسطرح رسالہ معاصر پٹنہ کا تذکرہ کیا کہ اسکی بھی یہی حالت ہے۔ غرضکہ انہوں نے بتایا کہ ہر ادبی ادارہ کی اقتصادی حالت کمزور ہے پھر بھی عزم و استقلال اور عمل پیہم و جذبہ کامل سے ادب کی خدمت کی جارہی ہے۔

ہردہ

۳۱ جولائی کی شب کو ساڑھے نو بجے ایک مشاعرہ منجانب سید محبوب علی آصف بتقریب ولادت فرزند بر مکان محمد صدیق علی بشیر زیر صدارت سردار منجیت سنگھہ منعقد ہوا۔ موصوف نے اپنے خطبہ صدارت میں اردو کی اہمیت پر زور دیا اور لوگوں سے اشاعت

اردو کی اپیل کی۔ بعد ازاں جناب پریم صاحب نے تقریر فرمائی صاحب موصوف نے فرمایا "کہ یہہ خیال غلط ہے کہ اردو کی ترویج و اشاعت مسلمانوں نے کی ہے اور اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اردو کی ترویج اور اشاعت میں ہندوؤں کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے پریم چند آنجہانی علامہ چکبست لکھنوی آنجہانی کرشن چندر، پیش کار شاد۔ مہندر سنگھہ بیدی وغیرہ کے نام مثلاً پیش کئے۔ تقریر کے اختتام پر ایک ادارہ کے قیام کی تجویز پیش کی گئی تاکہ اردو کی ٹھوس خدمت انجام دی جاسکے۔ آپ نے اردو کی اشاعت کے لئے اردو نواز ہندوؤں کے علمی تعاون کا یقین دلایا۔ کثیر التعداد لوگ شریک مشاعرہ تھے۔

زبان کے مسئلہ کا ایک اور رخ

مشرقی پنجاب کی حکومت کے اس فیصلہ کے خلاف کہ وہاں ہندی زبان بھی ایک زاید زبان کی حیثیت سے نصاب میں شریک ہے ماسٹر تارا سنگھہ نے مظاہرے کرکے اس مسئلہ کو سکھوں اور ہندوؤں کے درمیان ایک فرقہ واری مسئلہ بنانے کی نہایت قابل اعتراض کوشش کی ہے۔ ہندی زبان کا سرکاری زبان کی حیثیت سے کسی بھی ریاست کے تعلیمی نصاب میں شریک ہونا ضروری ہے اور اس حد تک اعتراض کرنا تنگ نظری کے سوا کچھہ نہیں۔

لیکن ہندی کے حامیوں سے بھی ہم اتنی بات ضرور کہینگے کہ جہاں ہندی کو رائج کرنے اور ہر دلعزیز بنانے کی کوششیں ہر طرح جائز اور ضروری ہیں وہاں اسکو غیر ہندی داں لوگوں کے حلق میں ٹھونسنا اور جابرانہ اقتدار کے زور پر اس کام میں عجلت کرنا ایک غیر دانشمندانہ فعل ہے جس سے خود ہندی کی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہندی کے بعض سمجھدار حامیوں کو بھی اس غلطی کا احساس ہونے لگا ہے۔ پھر بھی اتر پردیش میں ابھی تک جبر اور عجلت کا رنگ وہی ہے۔ لکھنو یونیورسٹی میں ہندی کو ہر شعبہ پر مسلط کرنے کا ایک پروگرام بنایا گیا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ

عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

حقیقت یہہ ہے کہ ابھی تو خود ہندی زبان ہی ذریعہ تعلیم بننے کی اہل نہیں ہے اور اسکو اس قابل بنانے سے پہلے عام طور پر تعلیم کا ذریعہ بنانا گاڑی کے پیچھے گھوڑا باندھنا ہے' لیکن چونکہ زبان کا مسئلہ سیاسی اور فرقہ واری مسئلہ بنالیا گیا ہے اس لئے اس مسئلہ میں اسی قسم کا جوش و خروش بھی ظاہر کیا جارہا ہے۔ حال ہی میں ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ امتحانات کے بورڈ نے اعلان کیا ہے کہ ۱۹۵۲ع سے امتحانوں کے تمام پرچے صرف ہندی زبان میں چھاپے جائینگے۔ لیکن اینگلو انڈین مدارس کے طلباء کے ساتھہ رعایت کی گئی ہے کہ وہ مزید دو سال تک پرچوں کا جواب انگریزی میں لکھہ سکینگے۔ سوال یہہ ہے کہ اگر ان طالبعلموں کے لئے جنکی مادری زبان انگریزی سمجھی جاتی ہے یہہ رعایت منظور ہے تو پھر ان بچوں نے کیا قصور کیا ہے جنکی مادری زبان اردو ہے' اگر اس حکم میں دوسروں کے لئے رعایت کی گنجایش ہے تو پھر اردو کے معاملہ میں یہہ گنجایش کیوں باقی نہیں رہی؟

کیا کوئی ذریعہ ایسا موجود نہیں کہ اتر پردیش کے محکمہ تعلیم کے متعلقہ حکام کو اس سوال کا جواب دینے پر مجبور کیا جاسکے؟ انجمن ترقی اردو تو غالباً وزیر تعلیم کے ان وعدوں کے ایفا کا انتظار کررہی ہوگی جو موصوف نے اسکے وفد سے کئے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ کا بنیادی حل تو صرف یہی ہے کہ اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرایا جائے۔

(مادری زبان اردو)

حیات اجمل

مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کی وہ سوانح عمری جس کا عرصہ سے انتظار تھا۔ اب تیار ہو گئی ہے ۔ اس کو قاضی عبد الغفار صاحب نے مرتب کیا ہے۔ تقریباً چھ سو صفحات میں حکیم صاحب کی سیاسی اور اخلاق زندگی کے ہر پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے ۔ مرحوم ہندستان کے ان چند بڑے قومی لیڈروں میں سے ایک تھے جنہوں نے آزادی ہند کا نقشہ بنایا تھا اور اپنا سب کچھ اسی مقصد پر قربان کر دیا تھا۔

حیات اجمل صرف حکیم صاحب کی سوانح ہی نہیں ہے بلکہ اس کتاب میں تقریباً بیس سال کی قومی جد و جہد کا پس منظر پیش کیا گیا ہے تاکہ اس زمانہ کے ماحول کی صحیح تصویر میں حکیم صاحب کی عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا جا سکے۔

کتابت و طباعت اعلیٰ۔ قیمت فی جلد آٹھ روپے

ایک مشرقی کتب خانہ

مترجمہ سید مبارز الدین رفعت صاحب ایم اے

یہ ڈاکٹر سر واٹسن وی۔ سی اسکاٹ او کونر کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے ۔ اس کتاب میں ہندستان کے مشہور اور عدیم النظیر کتب خانہ خدا بخش بانکی پور پٹنہ کا اجمالی تعارف کرایا گیا ہے۔ اور کتب خانہ کے عربی فارسی نوادرات کی ایک ایسی فہرست بھی ترتیب دی گئی ہے جس سے ایک نظر میں پورا کتب خانہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتاب علمی، ادبی، تحقیقی، لسانی ذوق رکھنے والوں کے لئے بے مثل تحفہ ہے۔

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت فی جلد تین روپے

مذہب اور دھرم

مہاتما گاندھی کی آن تحریروں کا خلاصہ اور انتخاب ہے جس میں مہاتما جی نے مذہب اور فرقہ واری رواداری کے متعلق اپنی زندگی کے اصولوں کو بیان کیا ہے ۔ اب جبکہ ملک میں غیر فرقہ واری اور سیکولر اساس پر قومی زندگی کے نئے سانچے بنائے جا رہے ہیں کیا اچھا ہو کہ ہمارے ملک کے لوگ مہاتما جی کی بصیرت اور وسعت قلب سے کچھ فائدہ اٹھائیں ۔

مرتبہ ۔ قاضی عبد الغفار ۔

قیمت چار روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ

ہندوستان کا سب سے بڑا ادبی مرکز
کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی
جہاں انجمن ترقی اردو، دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ندوۃ المصنفین دہلی وغیرہ کی معیاری مطبوعات اور ہر علم و فن کی کتابیں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ اگر آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے تو ہم سے خدمت لیں۔ ہم کتابوں کی فراہمی میں خواہ وہ کہیں کی چھپی ہوئی ہوں زیادہ سے زیادہ سہولت اور کفایت کا لحاظ رکھتے ہیں۔
فہرست مفت طلب کیجئے۔
"مہتمم"
کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

بہ اہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹنگ کمپنی میں چھپا اور قاضی عبد الغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا۔